مولانا واصف دہلویؒ

(ایک تاثر)

ڈاکٹر گلزار دہلوی نسیتی دھلوی

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی
(گلزار دہلوی)

مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی مرحوم بھی ہمیں چھوڑ کر مغفور ہوئے۔ اردو اور دلی ایک اور مایۂ ناز سپوت سے محروم ہو گئی۔ وہ ایسے خانوادے کے چشم و چراغ تھے جس نے بیسویں صدی میں دینی بصیرت، ملی دردمندی، علمی سیرابی، ادبی و لسانی تزئین و تدوین اور ملک و قوم کی وطن پرستانہ، مشترکہ اور جمہوری روایات کو خونِ جگر اور خونِ قلم سے یکساں مزین کیا تھا۔

مولانا واصفؒ، ابوحنیفۂ ہندی، مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ مفتی کفایت اللہؒ نے نہ صرف مسلمانوں میں اسلام کو سنوارا، نکھارا اور ابھارا، اور مسلمانوں کی عام پسماندگی، جہل و لاعلمی، توہمات، اور

شرک و بدعت کو دور کیا، اور کتاب و سنّت کو اور قال اللہ اور قال الرسولؐ کو، قرآن اور احادیث نبویؐ کو عام فہم انداز میں، صحیح صحیح عوام تک پہنچایا بلکہ اپنے سیکڑوں ہندو اور غیر مسلم عقیدت مندوں کو اپنے علم و کردار سے متاثر کیا اور بیشتر سیاسی سماجی، معاشرتی، جماعتی اور قومی موضوعات پہ آگاہ، آسودہ اور قائل و معقول کیا۔

آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اُن جانشینوں اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ان ساتھیوں میں سے تھے جنھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو، تمام دنیائے اسلام کو اور مغربی فرنگیوں اور برطانوی سامراج کو یہ بتایا کہ "ملت بنتی ہے دین سے، اور قوم بنتی ہے ملک سے" اور حُبّ الوطنی جزو ایمان ہے مغربی برطانوی سامراجی استبداد سے لڑنا، برادرانِ وطن کا ساتھ دینا، اور راسخ العقیدہ مسلمان رہنا، اس میں کوئی تضاد یا ٹکراؤ نہیں ہے۔ انھوں نے بہ بانگ دہل کہا کہ ہم سچے پکے مسلمان بھی ہیں، سچے پکے وفاکیش ہندوستانی بھی ہیں اور سچے پکے انسان بھی ہیں۔ عالمگیر امن، جہانگیر دوستی اور آفاقی اخوت کے جذبہ کے ساتھ غلامی سے نجات پانا اور ساتھ ہی ساتھ سچے دین کی تعلیم کو عام کرنا اُن کا منشور اور تعلیم کا نچوڑ تھا۔

اسی لئے مفتیٔ اعظم ساری زندگی اسلام اور انسانیت کی فلاح کے لئے بھی کام کرتے رہے، سامراج سے ٹکراتے بھی رہے، قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلتے رہے اور انڈین نیشنل کانگریس، جمعیۃ العلمائے ہند کے لئے یکساں و مساوی تگ و دو بھی کرتے رہے ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن

٭

وہ اس کی سراپا مصداق و مثال تھے۔ علم فقہ میں اُن کا ثانی نہ تھا۔ وہ بے مثال مجتہد اور فقیہ اعظم تھے۔ سیاسی شعور اور سُوجھ بُوجھ کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۱۷ء سے تقریباً ۱۹۴۲ء تک وہ اے آئی سی سی کی اکثر تجاویز، منشور، اور، کارروائیاں بے ساختہ اور برجستہ اور قلم برداشتہ پہلے اردو میں تحریر فرماتے تھے، پھر اس کے انگریزی اور دیگر زبانوں میں تراجم کیے جاتے تھے۔

عالم اسلام میں جب "سعودی عرب" دنیا کی سب سے بڑی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے تو بڑے بڑے عالم اسلام کے عرب و عجم کے علمائے دین، اور اکابر نیز جلالت الملک پاسبان حرمین شریفین، شاہ عزیز السعود بھی آپ کی پیشوائی کو کھڑے ہو گئے اور آپ کو مسند صدارت پر اپنے قریب جگہ دی۔

آپ نے ساری زندگی شریعت کے عین مطابق اور سیرت و سنتِ رسولؐ کے عین موافق گذاری، محنت اور اکلِ حلال سے زندگی گذاری۔ مدرسۂ امینیہ کی بنیاد رکھی، کتب خانہ رحیمیہ قائم کیا، اور لاتعداد عالم دین اور مجاہدین قوم پیدا کیے۔

اُن کے جانشین و فرزند تھے حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی، مولانا واصفؔ شعر و سخن میں ابوالمعظم نوّاب مرزا سراج الدین احمد خاں سائلؔ دہلوی جانشین و دامادِ داغؔ کے شاگردِ رشید بلکہ جانشین تھے۔ عربی و فارسی کے مُنتہی تھے، صَرف و نحَو، زبان و ادب، عروض و قوافی، معائب و محاسنِ سخن، روزمرّہ، محاورات اور ٹکسالی اردو و ٹھیٹھ بولی پر قادر تھے۔

اپنے استاد نواب سائلؔ سے شستہ مذاقِ سخن، شئے لطیف، ذوقِ جمالیات زبان کی شوخی و چونچلے اور فنِ شاعری کا بھرپور اکتساب کیا۔ آپ کی عربی دانی اور مذہبی و دینی شغف، کبھی آپ کی شاعری میں زاہدِ خشک اور کٹّر مُلّا پن لے کر داخل نہ ہو سکا۔ آپ اسر معاملے میں وسیع المشرب، روشن دماغ، کشادہ ذہن، رواداد

اور وسیع القلب واقع ہوئے تھے، اپنی ذات سے ہمہ صفت موصوف، بااخلاق منکسر مزاج، گوشہ نشین وکم آمیز، کم گو اور شریف الطبع انسان تھے۔ دین کے طالب علموں کی دینی پیاس بجھاتے اور فرصت کے اوقات میں ادب کی تخلیق کرتے۔ شعر کہتے، مضامین سپردِ قلم کرتے، زبان کی اغلاط اور اصلاحوں پر توجہ دلاتے۔ تلفظ، لب ولہجہ لغات کا صحیح محلِ استعمال، محاورہ کا بروقت و بامزہ برتنا، اور مروجہ محاورے، روزمرہ سلاست وفصاحت کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے رہتے تھے۔ املا، انشار، عبارت آرائی، فعل، فاعل، مفعول کا مناسب جگہ استعمال وترتیب، حاصل مصدر اور صفات کا موزوں سیاق اور قرینہ، زبان، محاورے، اور الفاظ کے تابع مہمل اور ماقبل و مابعد برجستگی پر ان کی گہری نظر تھی جو وہ کبھی کبھی اپنے مضامین میں لکھ کر زبان کے طالب علموں اور ادیبوں، شاعروں، دانشوروں کی اصلاح وتنظیم کا بھی فریضہ انجام دیتے رہتے تھے۔

انھوں نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اور پرورش میں اور جملہ دیگر دینی ودنیوی نشوونما میں، عربی وفارسی کے ساتھ ساتھ، انگریزی، اردو اور ہندی کو مساویانہ اہمیت اور جگہ دی۔ اپنے اسلاف کے سرمایہ سے بھی انھیں مالا مال کیا اور موجودہ معاشرے کے جدید تقاضوں سے بھی آگاہ رکھا اور جدید تعلیم سے بھی آراستہ و پیراستہ کیا۔

مدرسۂ امینیہ کی ذمہ داری کے بعد تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی منہمک اور مشغول رہے۔ بے شمار دینی، ادبی اور تہذیبی کتب ترتیب دیں اور نشر و اشاعت سے بھی غافل نہ رہے۔

آپ کی زبان مستند اور فصیح تھی۔ داغ اسکول کے عظیم نمائندہ تھے۔ زبان، داغ، بیخود، سائل، نوح اور علامہ زار کو اپنا آئیڈیل یا آدرش سمجھتے تھے۔

مولانا واصف دہلوی کی چند مقبول تصانیف وتالیفات مندرجہ ذیل ہیں جو زیورطبع سے آراستہ ہوکر خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

۱۔ کفایت المفتی کامل نوجلد (مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہؒ کے فتاوی کا مجموعہ)

۲۔ مفتیٔ اعظم کی یاد

۳۔ درس الاسلام (منظوم تعلیم الاسلام)

۴۔ اردو مصدر نامہ

۵۔ سہ لسانی مصدر نامہ

۶۔ زرگل (مجموعۂ کلام واصفؒ)

۷۔ ادبی بھول بھلیاں (تحقیق وتنقید)

۸۔ تذکرۂ سائل

۹۔ قرآنی پند نامہ

۱۰۔ مطلقہ کی شرعی حیثیت

۱۱۔ عقیدہ اور رواداری

۱۲۔ جمعیۃ علماء پر تاریخی تبصرہ

۱۳۔ مدرسہ امینیہ کی مختصر تاریخ

۱۴۔ مدرسہ حسین بخش کا تعارف

۱۵۔ قصہ بلی کا (فارسی نظم کا اردو منظوم ترجمہ)

اوراس کے علاوہ کچھ کتابیں، مضامین، کلام اوردیگر یادداشتیں غیرمطبوعہ ہیں جو توقع ہے کہ جلد شائع ہوکر منظر عام پر آجائیں گی۔

مولانا واصف نے تقریباً ۸۰۔۷۹ برس کی بھرپور عمر پائی اورآخر وقت تک فعال ومتحرک اور قابل رشک دینی، مذہبی اورادبی زندگی گذاری۔ مولانا واصف

نمود و نمائش، صلہ و ستائش اور حکام رسی سے ہمیشہ دور رہے۔ ایک خاموش اور عالمانہ و بزرگانہ پاکیزہ زندگی گذاری، جو آج کی نسلوں کے لئے قابل فخر اور باعث تقلید تھی۔ آپ ۱۳ر مارچ ۱۹۸۰ء کو بعد سہ پہر ہم کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے کر داعیٔ اجل کو لبیک کہکر واصل حق ہوئے اور دار باقی میں، جنت الفردوس میں تشریف لے گئے۔ خدا ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ان کی قبر پر تا قیامت باران نور فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم ایسے کم مایہ لوگوں کو ان کی زندگی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ان کی موت میرا ذاتی نقصان بھی ہے۔ میں ۱۹۳۹-۴۰ء سے نواب سائل چچا استاد کے ساتھ مفتیٔ اعظم مولانا کفایت اللہ مرحوم کے بالا خانہ پر اور اردو بازار جامع مسجد دلی میں ان کے قائم کردہ کتب خانہ رحیمیہ میں باقاعدگی سے جایا کرتا تھا۔ اور دن میں دو بار تو یوں بھی ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۲ء تک اسکول آتے جاتے مولانا واصف سے سلام کرتا ہوا جاتا تھا، ۱۹۳۹ سے بالعموم اور ۱۹۴۳ سے بالخصوص کتب خانہ عزیزیہ مفتیٔ اعظمؒ کے خویش اور مولانا واصف کے بہنوئی حضرت مولانا سمیع اللہ قاسمیؒ کی دکان پر، اپنے احباب کے ساتھ میری نشست تھی، جہاں شکیل بدایونی، محشر بدایونی، آغا طاہر، حکیم کامل خاں، مولانا احمق پھپھوندوی، مولانا عبداللہ فاروقی اور اس دور کے نوجوان اور مشاہیر شعراء کی نشست تھی۔

چنانچہ اُردو بازار کے علاقہ میں ہماری نشست و برخاست اور شرکت داکتساب اور تفریح و جولانی ادب کے جو چند مرکز تھے، اُن میں کتب خانہ رحیمیہ اور کتب خانہ عزیزیہ کو خاص طرۂ امتیاز تھا، حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کا اُردو گھر (جہاں اب آزاد ہند ہوٹل اور قدیم مسلم ہوٹل وغیرہ قائم ہے)۔ مولانا راشد الخیری کی دکان اور نشست گاہ، شاہد احمد صدیقیؒ کے رسالہ ساقی کا مرکز اور نذیریہ بک ڈپو،

مولانا واصفؒ اور مولانا سمیع اللہؒ کی دکانیں، نگارستان ایجنسی اور چمنستان ماہنامہ کا دفتر اور دکان، آغا شاعر قزلباشؒ کے صاحبزادگان آغا آفتاب اور آغا سرخوشؒ کے مرکز، جہاں صابر دہلوی، راز مرادآبادی، جمیل الدین عالی وغیرہ حضرات رونق افروز ہوتے تھے۔ اور گلی ٹیا محل میں پروفیسر خواجہ عبدالمجید مؤلف ضرب الامثال دلی اور ان کے فرزند، بلبل ہزار داستان، ادیب شہیر، خواجہ محمد شفیع دہلوی کی اردو مجلس کے مرکز تھے۔ اور پنڈت امرناتھ مدن ساحر، پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، اور نواب سائلؒ کے دولت کدوں اور ادبی نشستوں کے علاوہ، ہمیں ۱۹۴۰ کے بعد، مندرجہ بالا احباب کے ادبی مرکزوں تک ہی جانے اور اٹھنے بیٹھنے کی اجازت تھی، جو پنڈت ساحر کی بزم سخن دلی کے بعد اپنی دوسرے درجہ کی ادبی اہمیت کے لئے مشہور تھے، گویا اردو بازار جامع مسجد کا جانا حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن واصف مرحوم سے ساری زندگی کا ملاقات کا واسطہ تھا جو ۱۹۳۹ء کے بعد اب ان کے انتقال ۱۹۸۷ء تک باقاعدہ جاری رہا۔ اور اب اُن کے فرزند اور مولوی سمیع اللہ کے فرزند، دونوں خاندان کے چشم و چراغ، یعنی مفتی کفایت اللہؒ کے پوتے اور نواسے دونوں اسی مروّت اور محبت و ارادت سے ملتے ہیں اور عزت کرتے ہیں، جس کی اُن سے توقع کی جا سکتی ہے۔

اب مولانا واصف دہلوی شاہ ولی اللّٰہی قبرستان مہندیان، نئی دلی میں تاریخی علماء و اکابر کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں، جہاں ہم نے اس سے پہلے مولانا حفظ الرحمٰنؒ اور مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اصحاب کو بھی سپردِ خاک کیا تھا۔

مولانا عبدالحفیظ مکی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خلیفہ ہیں، جو اتفاقاً واصف صاحب کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں بھی شریک ہو سکے کہ اچانک اُن کا دلی آنا ہو گیا تھا۔ نماز جنازہ بھی انھوں نے ہی پڑھائی۔

مولانا واصف ہمارے پیر بھائی تھے۔ میں نے نثار صاحب اور کیفی صاحب کے علاوہ جن لوگوں سے کچھ سیکھا اور علم وادب میں فیضان حاصل کیا ان میں مفتی اعظم اور نواب سائل دونوں ہستیاں شامل ہیں، جن سے میں نے کچھ حاصل کیا اور وہ ان دونوں کے جانشین تھے گویا آج میرے لئے وہ سب ہستیاں بھی مولانا واصف کے ساتھ آج ہی اٹھیں جو ان کے دم سے ہمارے لئے زندہ تھیں۔ سوائے دعا اور شکر و صبر کے چارہ ہی کیا ہے۔ رضیٔ مولی از ہمہ اولیٰ۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے۔

اسلام کا زرعی نظام

مولانا محمد تقی صاحب امینی

اسلام نے زراعت اور کاشتکاری کا کتنا مکمل نظام پیش کیا ہے؟ زمین کی تقسیم کے اصول معاشیات میں زراعت کی حیثیت، خلافت راشدہ کے زمانے میں مشترکہ کھیتی کی صورتیں، ٹیکس کے قانون اور لگان کی وصولی میں کاشتکاروں کے لئے سہولتیں اور دوسرے اہم عنوانات کے تحت زرعی نظام پر بسیط بحث آخر میں تمام بحثوں کا ایک بصیرت افروز خلاصہ دیا گیا ہے۔

بڑی تقطیع، صفحات ۳۱۶

قیمت : ۲۵ روپے

مجلد : ۳۵ روپے

ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶